AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

انور مسعود بہ طور قطعہ نگار
ANWAR MASOOD AS A COLUMNIST

حافظ لیاقت علی
پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر (اُردو)، رِفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس
liaqatali199312@gmail.com
ڈاکٹر طاہرہ اقبال
استاد شعبہ اُردو، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس

Abstract
This research article explores the poetic contributions of Anwar Masood as a distinguished writer of qat'a (quatrains) in Urdu literature. In Urdu poetry, the qat'a serves as a concise yet comprehensive form, often addressing a wide range of themes. Anwar Masood, known for his mastery in humor and satire, uses this poetic form to highlight various aspects of society, including ethical, social, political, and cultural issues. His quatrains portray the realities of daily life with wit, depth, and purpose bringing attention to issues like inflation, poverty, political corruption, national crises such as Kashmir and water scarcity, and the decay of moral values. The article highlights Masood's stylistic excellence, use of tazmeen (integration of other poets' verses), and his ability to combine humor with meaningful social critique, making his qat'as both entertaining and thought-provoking.

Keywords:
Anwar Masood, Qat'a Poetry, Satire and Humor, Social Issues, Urdu Literature

اُردو میں شاعری کے لیے مختلف اصناف مروّج ہیں۔ جن میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ قدیم اصناف اور ہیئتوں میں غزل، قصیدہ، مثنوی، مسمط، رُباعی اور قطعہ وغیرہ اور جدید میں سانیٹ، کانٹو، ترائیلے، لمرک، ہائیکو اور ترو ینی وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے ہر صنف و ہیئت کی الگ الگ خصوصیات ہیں جن کی بنا پر انھیں ایک دوسرے سے ممیز کیا جا سکتا۔ مثلاً مسمّط، ترجیع بند، ترکیب بند اور مثنوی وغیرہ کو ان کے قافیوں کی ترتیب سے ہی پہچانا جا سکتا ہے۔ البتہ غزل، قصیدے، رُباعی اور قطعے کی ترتیبِ قوافی ایک جیسی ہوتی ہے۔ اس لیے ان کی شناخت کے لیے صرف ترتیب قوافی کی شناخت ہی کافی نہیں ہوتی بلکہ بعض دوسری خصوصیات بھی مدِ نظر رکھنی پڑتی ہیں۔

غزل کے شعر کی طرح قطعے میں بھی کسی ایک خیال یا جذبے پر مبنی مضمون مسلسل بیان کیا جاتا ہے۔ قطعہ کا مضمون اپنے اندر بہت سے پہلو رکھتا ہے۔ یہ مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ اظہار بیان کا وسیع پیرایہ بھی لیے ہوئے ہے۔ اس میں مذہبی، علمی، اخلاقی، عشقیہ، سیاسی، فلسفیانہ غرض ہر قسم کے موضوعات بیان کیے جا سکتے ہیں۔ یہ کسی ایک موضوع یا رجحان کے لیے مخصوص نہیں ہے اور نہ ہی اس میں اس قسم کی کوئی قید ہے۔

قطعے میں زیادہ اہم اور مرکزی چیز خیال ہے۔ اس مرکزی خیال کے ارد گرد ہی تمام شعر کہے جاتے ہیں اور اسی مرکزی خیال کی وضاحت قطعہ کے اشعار کا مقصد ہوتا ہے۔ قطعات کے لیے ابتداء وسط اور انتہا میں ربط و مطابقت ہونا ضروری ہے۔ کسی بھی مرکزی خیال کی تکمیل اختتامِ قطعہ سے پہلے ممکن نہیں ہوتی۔

قطعات کے لیے کوئی خاص موضوع مقرر نہیں ہوتا۔ اس میں ہر طرح کے موضوعات کو کھپایا جا سکتا ہے۔ مشہور قطعہ نگاروں کے قطعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے ہر طرح کے واقعات و نظریات اور احساسات و جذبات کو نظم کیا ہے لیکن قطعہ میں اس بات کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے کہ تمام قطعہ معنوی اعتبار سے مکمل اکائی ہوں۔

AL-AASAR Journal Vol. 2, No. 3 (2025)
Quarterly Research Journal Online ISSN: 3006-693X
www. al-aasar.com Print ISSN: 3006-6921

قطعات میں ہر طرح کے مناظر، وارداتِ عشق، سراپا نگاری، حکایات اور روزمرہ کے واقعات کو بیانیہ Descriptive یا واقعاتی Narrative انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔ ان میں کسی جذبے یا خیال کو تفصیلاً بیان کیا جاتا ہے۔ بات کو اشارے کنائے میں نہیں بلکہ براہِ راست کھولے کھولے انداز میں واضح کیا ہے۔

موضوعاتی شاعری کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو اہل فن قطعہ کو کوئی الگ صنفِ سخن تسلیم نہیں کرتے کیوں کہ اس کی بناوٹ کوئی بہت زیادہ منفرد نہیں ہے۔ شروع میں یہ غزل ہی میں دیکھنے میں آتا تھا۔ جس غزل میں ایک مضمون ایک سے زائد اشعار میں مسلسل بیان کیا جاتا تھا اس کے آغاز میں قطعہ بند غزل کے عنوان اس کی وضاحت کی جاتی تھی۔ دیکھنے میں یہ غزل ہی کا حصہ نظر آتا ہے کیونکہ یہ غزل ہی کے وجود سے پروان چڑھا ہے مگر غزل سے الگ اس کا اپنا علیحدہ وجود بھی ہے۔ موجودہ دور میں قطعہ چونکہ زیادہ تر چار مصرعوں ہی میں لکھا جارہا ہے۔ اس لئے بعض لوگ اسے غلطی سے رباعی کہہ دیتے ہیں۔ اقبال کے مجموعہ کلام " بال جبریل میں جو مشہور و معروف رباعیات ہیں وہ رباعی کے حقیقی اوزان میں نہیں ہیں۔ دراصل وہ قطعات ہیں جنہیں رباعیات کے زیر عنوان شامل کتاب کیا گیا ہے۔ قطعے کے پہلے مصرعے کا دوسرے اور چوتھے سے ہم قافیہ ہونا ضروری نہیں ہے جبکہ رباعی میں ان تینوں مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا بنیادی شرط ہے۔

انور مسعود کی قطعہ نگاری

انور مسعود کا شمار اُردو کے ان نامور طنز و مزاح نگاروں میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے زندگی کی معمولی اور غیر معمولی اہمیت کو اجاگر کرنے میں اپنے ذہن و قلم سے نہایت اہم اور وقیع کارنامے انجام دیے ہیں۔ انور مسعود کے ہاں وہ نشاط انگیز کیفیتیں ملتی ہیں۔ جو قاری تمام کلفتوں کے بھلا دینے پر مجبور کرتی ہیں۔ ساتھ ہی ظرافت کی شاداب و خوشگوار وادیوں کی سیر بھی کر ڈالتی ہیں۔ لیکن جہاں کہیں طنز کے چھپے نشتر کو کچھ زیادہ چبھ جاتے ہیں وہیں بے ساختہ ہنستی مسکراتی آنکھوں میں درد و کرب کی جھلکیاں بھی نمودار ہو اٹھتی ہیں۔ جس سے قاری حقائق کائنات پر نظر ثانی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ آپ کی فنکاری ان تمام خصوصیات کا احاطہ کیے ہوئے ہے جو ایک کامیاب اور ماہر مصوّر کے موئے قلم کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

انور مسعور نے زندگی کے بے ڈھنگے پن کو صداقت و سچائی کا آئینہ دکھانے کی کوشش کی لیکن اس عمل میں کہیں بھی اُن کی خلاقانہ صلاحیتیں "معیار اور اقدار" سے چشم پوشی نہیں کرتیں۔ انسانیت، تہذیب و معاشرت، رسم و رواج اور طرز معاشرت کے پردے میں چھپی بے پردگیاں اور بے ہودگیاں ان کی عقابی نظروں سے اوجھل نہیں ہو پاتیں، فیشن پرستی، بے راہ روی اور اخلاقی زوال کے ساتھ ساتھ سماجی اور سیاسی استحصال، معاشرے میں پھیلی گندگیوں اور انکے ذمہ داروں پر آپ کا طنز و تبصرہ بڑا گہرا اور جاندار ہوتا ہے۔ یہاں وہ غیر معمولی ہمدردی کا مظاہرہ بھی کرنے لگتے ہیں لیکن یہ ہمدردی کسی خوش فہمی کی بنا پر نہیں بلکہ ایک جراح کی اس کے مریض کے ساتھ جیسی ہمدردی ہوتی ہے۔ کیونکہ جراحی کا عمل تو اذیت ناک ہے لیکن اس تکلیف دہ اور اذیت ناک عمل میں کہیں بھی اس امر کی گنجائش نہیں کہ جراح، جراحی سے جارحیت پر اُتر آئے۔

انور مسعود کی قطعہ نگاری میں درج ذیل موضوعات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

بیگمات:

انور مسعود کے قطعات کا مطالعہ کرنے سے ہنسی کے فوارے چھوٹتے ہیں جو قاری کے دل و دماغ کو تازگی بخشتے ہیں اور انسانی زندگی میں مسرت و شادمانی پھیلا کر توازن و اعتدال کی فضا قائم کرتے ہیں۔ انور مسعود بیگمات کے متعلق اپنے حسِ مزاح کو کچھ اس طرح اجاگر کرتے ہیں۔ ان کے کلام سے خالص مزاح کے چند نمونے ملاحظہ کیجیے:

اپنی زوجہ کے تعارف میں کہا اک شخص نے
دل سے ان کا معترف ہوں میں زبانی ہی نہیں
چائے بھی اچھی بناتی ہیں مری بیگم مگر
منہ بنانے میں تو ان کا کوئی ثانی ہی نہیں (۱)

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

انور مسعود کے قطعات میں خالص مزاح کی بہت مثالیں پائی جاتی ہیں جن میں مقصدیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔مزاح کی اہمیت و مقصدیت کے بارے میں وہ خود لکھتے ہیں:

"شدید گھٹن کے اس دور میں مزاح ہی ایک ایسا دریچہ ہے جو فراوانی کے ساتھ آکسیجن فراہم کرتا ہے۔ہنستے ہنستے تار احساس بھی تھرا اٹھتے تو میرے نزدیک مزاح کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔"(۲)

آج کا انسان پریشانیوں میں مبتلا ہے۔اس کے پاس خوشی کے لمحات بہت کم میسر ہوتے ہیں۔مزاحیہ شاعری پڑھ کر انسان ذہنی سکون حاصل کرتا ہے۔مزاحیہ شاعری میں موضوعات بھی زیادہ ربلکہ سارے کے سارے عام آدمی کی زندگی کے لیے بیان کئے جاتے ہیں۔انور مسعود مولوی کی زوجہ کے متعلق مزاحیہ قطعہ اس طرح پیش کرتے ہیں:

اپنی زوجہ سے کہا اک مولوی نے نیک بخت
تیری تربت پر لکھیں تحریر کس مفہوم کی
اہلیہ بولی عبارت سب سے موزوں ہے یہی
دفن ہے بیوہ یہاں پر مولوی مرحوم کی (۳)

سماجی مسئلہ:

انور مسعود نے جہاں اس قدر عمدہ خالص مزاحیہ قطعات کہے ہیں وہاں ان کے ہاں طنز سے لبریز نشتروں کی بھرمار بھی ہے۔ان کے اندر ایک حساس انسان کی تمام تر خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں۔انہوں نے سماج میں پائی جانے والی ہر برائی کا مشاہدہ کر کے اسے صفحہ قرطاس پر منتقل کیا ہے۔وہ معاشرتی و سماجی بے اعتدالیوں کو دیکھ کر سیخ پا ہو جاتے ہیں اور سنجیدہ مسائل پر کسی قسم کا مصلحانہ رویہ نہیں بناتے بلکہ بگاڑ کا سبب بنے والوں کو براہ راست تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔اپنا غم و غصہ رفع کرنے کے لیے طنزیہ لہجہ اختیار کرتے ہیں۔انہوں نے سماجی، معاشرتی، سیاسی اور بین لاقوامی بگڑتے منظرنامے پر بھی شدید تنقید کی ہے۔ڈاکٹر خورشید رضوی ان کے اس طنزیہ انداز کو قابل تحسین قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"انور مسعود کے قطعے میں ہماری کلاسیکی فنی روایت کا رچاؤ اور زبان و بیان کی سجاوٹ کا وہ اہتمام ملتا ہے جواب مفقود ہوتا جارہا ہے اور طنز کی دھار اس قدر تیز ہوتی ہے کہ جس کے گلے پر پھرتی ہے اسے بھی مزہ ہی آتا ہے۔"(۴)

ان کے اس طنزیہ روش سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ قومی سطح پر سرکاری اداروں اور معاشرے میں رائج برائیوں کو انتہائی نقصان دہ تصور کرتے ہیں۔ان کے کلام سے طنز کی چند مثالیں دیکھیے:

ہے گوالا بڑا دیانت مند
اس نے پانی کبھی نہیں ڈالا
ویسے گاہک سے پوچھ لیتا ہے
پندرہ ،بیس یا کہ دس والا (۵)

انور مسعود کے مزاح کے حربے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ملت کی فلاح و بہبود پر خرچ کیے جانے والے روپے کا استحصال برداشت نہیں کرتے اس لیے اس روپے سے اپنے شکم کا دوزخ بھرنے والوں کو کھانے کا لفظ دوہرا کر ان کو آئینہ دکھاتے ہیں۔اس ضمن میں انھوں نے ہر اچھے اور بڑے شاعر کے کلام کی

AL-AASAR Journal Vol. 2, No. 3 (2025)
Quarterly Research Journal Online ISSN: 3006-693X
www. al-aasar.com Print ISSN: 3006-6921

بھی تحریف کی ہے۔

میرا خیال ہے کہ سبھی اہل ذوق سے
مجھ کو ملے گی داد بہت اس خیال پر
از روئے شرع بھی تو پولیس فائدے میں ہے
لگتی نہیں زکوۃ بھی رشوت کے مال پر (۶)

الیکشن سلیکشن:

انور مسعود نے قطعات میں پاکستان کے مروجہ سیاسی انتخابی عمل پر بھی شدید تنقید کی ہے۔اس مرحلے میں شفاف الیکشن کے ذریعے حق دار کو اس کا حق دینا مشکل کام ہے۔نااہل امیدوار ناجائز ذرائع سے اسمبلیوں میں پہنچ جاتے ہیں اور اپنے غلط مقصد کے حصول کے لیے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں جو غیر قانونی اور غیر انسانی ہوتا ہے۔الیکشن کے دوران میں لڑائی جھگڑا اور ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنا بھی عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے جو غیر مہذب ہونے کی نشانی ہے۔سیاسی عمل میں دھاندلی بھی جز ولاینفک ہے۔اس کے بغیر سیاست دان کا جیتنا بے مزہ تصور کیا جاتا ہے۔پھر الیکشن سے قبل قسمیں، وعدے، جھوٹ، فراڈ، دھوکے اور ہر طرح کے نفسیاتی حربے استعمال کیے جاتے ہیں۔منتخب ہونے کے بعد سب کچھ بھول جاتے ہیں۔انور مسعود سیاسی انتخاب کے اس عمل کو مستحسن خیال نہیں کرتے اور اس کے منفی پہلوؤں پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

غضب ہے آپ کا عملہ بڑی سستی سے بھگتا تا ہے لوگوں کو
حضور احساس ان کی کا ہلی کا آپ نے ان کو دلانا ہے
گذارش ہے ہمارے ووٹ لے کر ہم کو فارغ کیجیے جلدی
ہمیں اس سلسلے میں دوسرے پولنگ سٹیشن پر بھی جانا ہے (۷)

پاکستان میں شروع ہی سے طاقت کا سرچشمہ گنے چنے خاندان رہے ہیں۔حکومت ہو یا دولت، یہی خاندان عوام کو بے وقوف بنا کر ان پر ہمیشہ سے مسلط رہے ہیں۔نسل در نسل حکمرانی کرنے والے یہ شاہی خاندان قربانیاں دینے والے افراد کو اوپر اُٹھنے کا کبھی موقع نہیں دیتے اور ذہین لوگ ساری زندگی ترقی کے خواب دیکھتے موت کے منہ میں ج گرتے ہیں۔پاکستان کی بدحالی کے ذمہ دار سیاستدان لوٹ مار اور عوام کے نام پر حاصل کی جانے والی غیر ملکی امداد سے اپنی جائیدادوں اور بینک بیلنس میں تو بہت اضافہ کر لیتے ہیں لیکن مفلس عوام کی حالت نہیں بدلتی۔باپ کی جگہ علاقے کی سیاست پر قابض ہو جاتا ہے اور کسی کا بیٹا نہ ہو تو بیٹی بھی عوام پر مسلط ہونے سے گریز نہیں کرتی۔انور مسعود نے ایسی موروثی سیاست کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے اپنے دل کا دکھ کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

افسوس کہ کچھ اس کے سوا ہم نہیں سمجھے
دیکھے ہیں علاقے کی سیاست کے جو تیور
جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
والد کی جگہ لینے کو آجاتی ہے دختر (۸)

ڈیم کی اہمیت وضرورت:

ملکی سطح پر بہت سے تعمیری منصوبے تشکیل دیے جاتے ہیں جن کی اہمیت وافادیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن حکومت کی نااہلی اور غفلت شعاری کی وجہ سے یہ منصوبے ادھورے رہ جاتے ہیں۔پاکستان کو اس وقت توانائی کے بحران کے حل کے لیے آبی ذخائر کی اشد ضرورت ہے اور ساتھ ساتھ

زراعت کے لیے پانی کا مسئلہ بھی جھگڑے کی صورت اختیار کیے ہوئے ہے۔ اگر یہ منصوبے بروقت پایہ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں تو اس سے ملک کی معیشت مضبوط ہوگی اور ہر طرف آسودگی آجائے گی۔ ایک عرصے سے سیاستدان یہ راگ الاپتے رہے کہ کالا باغ ڈیم بننا چاہیے لیکن اس کے لیے کوئی عملی اقدامات نہیں اٹھائے گئے۔ اس بات پر انور مسعود کچھ اس طرح اپنے دکھ کا اظہار کرتے ہیں:

بے تحاشا ہاؤہُو ہونے لگی
چار سُو اور کوبکو ہونے لگی
ڈیم کی جب گفتگو ہونے لگی
"آپ سے تم، تم سے تو ہونے لگی"(۹)

کالا باغ ڈیم کے منصوبے کے اعلان سے لے کر بھارت میں اب تک بیسیوں ڈیم تعمیر کیے جا چکے ہیں۔ ادھر ہماری حکومت ہے کہ جو ایک ڈیم بھی تعمیر نہ کر سکی۔ انور مسعود حکومتی عہدیداروں سے گزارش کرتے ہیں کہ خدارا باشندگان ارض پاک پر رحم کیجیے اور انہیں مزید انتظار کی سولی پر نہ چڑھائے۔ اس ضمن میں چند قطعات ملاحظہ کیجیے:

متفق جس پر سر دست ہیں سارے صوبے
اسی منصوبہ تعمیر کا وعدہ ہی سہی
شکر ہے بات کوئی طے تو ہوئی ہے انورؔ
ڈیم کالا نہیں بنتا ہے تو بھاشا ہی سہی (۱۰)

انور مسعود اس ملک میں پانی کی اہمیت کے متعلق خاصے فکر مند نظر آتے ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان میں زیادہ سے زیادہ ڈیم بنیں تاکہ پانی کا ضیاع نہ ہو۔ لیکن یہ بات حقیقت کا روپ دھارتے دکھائی نہیں دیتی۔ اس کی تاخیر کو انور مسعود کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

ضروری ہیں بہت آبی ذخائر
یہی تقریر ہوتی جارہی ہے
نہ جانے ڈیم کوئی کب بنے گا ؟
بڑی تاخیر ہوتی جارہی ہے (۱۱)

وادیِ کشمیر:

انور مسعود نے قطعات میں امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک کے مکروہ چہروں سے بظاہر اجلے نقاب کو اتارا ہے۔ امریکہ کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ توسیع پسندی کے عزائم لے کر کسی بھی ملک پر بے بنیاد الزامات عائد کرے اور پھر اس پر دھاوا بول دے۔ اس کے بعد اس ملک کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے وسائل پر اپنا تسلط قائم کر لیتا ہے۔ وہ کبھی بھی اس خطے پر حملہ نہیں کرتا جہاں سے اسے کسی قسم کے مفادات حاصل نہ ہوں اور ہمیشہ انہیں ممالک پر قابض ہوتا ہے جن میں قدرتی وسائل کی فراوانی ہوتی ہے۔ انور مسعود مسئلہ کشمیر کے حل نہ ہونے کی ذمہ داری عالمی طاقتوں کے سر پر ڈالتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اس وادی میں تیل کا کوئی چشمہ ہوتا تو یہ مسئلہ کب کا حل ہو چکا ہوتا دو قطعات بطور مثال ملاحظہ کیجیے:

اپنے لشکر لے کے اب تک وہ یہاں پہنچا نہیں

کچھ سبب ہوگا انکل سام کی تاخیر کا
انورؔ اس وادی میں کوئی تیل کا چشمہ نہیں
اس لیے لٹکا ہوا ہے مسئلہ کشمیر کا (۱۲)

انور مسعود کشمیر میں بہتے لہو پر اس طرح نوحہ کناں ہیں:

رائیگاں ہے بہہ گیا ہے بہہ رہا ہے جو لہو
پھول آزادی کا اس وادی میں گر کھلتا نہیں
فیصلے سارے غلط کشمیریوں کے باب میں
ان کو حق خود ارادیت اگر ملتا نہیں(۱۳)

پتنگ بازی:

قومی بے حسی بھی انور مسعود کے قطعات کا ایک خاص موضوع ہے۔ آج جن نامساعد حالات سے پاک سر زمین دوچار ہے اس میں ہماری قومی بے حسی کا بڑا ہاتھ ہے۔ ملک و قوم کی ترقی میں ذاتی رویوں کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے۔ کسی بھی قوم نے آج تک سماجی رویوں میں تبدیلی کیے بغیر ترقی نہیں کی تو پھر آج یہ خطہ ارضی ترقی کے خواب کو کیسے شرمندہ تعبیر کر سکتا ہے۔ سماجی رویوں کے کوئی واضح قوانین مرتب نہیں کیے جاتے۔ کسی ملک کے باشندوں کی صوابدید پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ معاشرے میں کس قدر انسانی اور غیر انسانی برتاؤ کو روا رکھتے ہیں۔ انور مسعود کی نگاہ تیز بین اور ذہن رسا ان چھوٹی چھوٹی باریکیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اپنے فن کی پختگی سے صفحہ قرطاس کی زینت بناتے ہیں۔ ان کا توانا تخیل اور قومی ہمدردی باہم مل کر ان رویوں کا تعاقب کرتے ہیں۔ ان رویوں میں بسنت بھی شامل ہے جسے سراسر بے حسی و خود غرضی کا کھیل ہے۔ یہ ہر سال سینکڑوں معصوم جانوں کے ضیاع کا سبب بنتا ہے۔ پھر اس کی فضول خرچی اور دیگر برائیوں کا خمیازہ بھی ہمیں بھگتنا پڑتا ہے۔ اس حوالے سے یہ حساس شاعر اس برائی کو یوں اجاگر کرتا ہے۔

رگ جاناں کا ٹنا جاتا ہے پیہم
یہ دھاتی تار کا جو سلسلہ ہے
ہم اس کو بھی گوارہ کر رہے ہیں
ہماری بے حسی کی انتہا ہے (۱۴)

زندہ دلانِ لاہور جو حکومت کی پابندیوں کو پامال کرتے ہوئے اپنی من مانی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے متعلق انور مسعود کا یہ قطعہ کسی آئینے سے کم نہیں:

چڑھ کر چھتوں پہ پیچ لڑاتے چلے گئے
اس رسمِ ناروا کو نبھاتے چلے گئے
پابندیاں ہوا میں اڑاتے چلے گئے
لاہوریے بسنت مناتے چلے گئے(۱۵)

قانون کے محافظ:

انور مسعود قانون نافذ کرنے والے اداروں اور ان کے معاون اداروں کی کوتاہیوں کو بھی منظر عام پر لے کر آتے ہیں۔ وہ محکمہ پولیس کے بہت

AL-AASAR Journal Vol. 2, No. 3 (2025)
Quarterly Research Journal Online ISSN: 3006-693X
www. al-aasar.com Print ISSN: 3006-6921

بڑے ناقد کے طور پر ابھرے ہیں۔ وہ پولیس کی بے اعتدالیوں اور فرض ناشناسی کو معاشرے کے لیے زہر قاتل سمجھتے ہیں۔ ان کے مطابق جرائم کی رفتار میں اضافے کا ایک سبب پولیس کی لاعلمی ہے بلکہ ان کے بڑھنے میں پولیس پیش پیش ہے۔ فضول قسم کی طبقاتی بڑھوتری اور بے بنیاد رعب ودبدبہ بھی ان کے خمیر کا حصہ بنتا جا رہا ہے۔ وہ پولیس کی رشوت ستانی اور بے معنی رعب ودبدبہ کو ہدف تنقید بناتے ہیں اور انھیں انسانی عظمت کی پاسداری کرنے کا درس دیتے ہیں۔ چند قطعات اس کی مثالوں کے لیے ملاحظہ کیجیے:

میں نے کہا کہ آپ نے روک لیا ہے کیوں ہمیں
اس نے کہا تم ایسی بات اپنی زباں پہ لائے کیوں
تم تو ہو صرف آدمی، ہم ہیں پولس کے آدمی
بیٹھے ہیں رہگذر پہ ہم کوئی گزر کے جائے کیوں(۱۶)

انور مسعود نے پولیس کے بڑھتے ہوئے پیٹ پر کیا خوب صورت قطعہ پیش کیا ہے:

اک ٹریفک انسپکٹر اس طرح گویا ہوا
کثرت خوراک سے کچھ اور برکت ہوگئی
توند میری ہوگئی ہے میز کی صورت دراز
اور بھی چالان لکھنے میں سہولت ہوگئی(۱۷)

محکمہ بہبود آبادی:

انور مسعود محکمہ صحت اور اس کے ذیلی ادارے محکمہ بہبود آبادی کا بھی آپریشن کرتے ہیں۔ محکمہ ضبط تولید اپنے کام میں اس قدر مگن ہے کہ اسے کچھ سجھائی ہی نہیں دے رہا ہے۔ یہ انسان کی بربادی کا راستہ ہے۔ روح امر ربی ہے۔ انور مسعود کہتے ہیں کہ بچوں کی پیدائش میں حد سے زیادہ کمی نہ کی جائے۔ اس عمل میں مغربی دنیا کو بھی آگاہ کرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو ضبط تولید کی دھن میں ان کا کوئی نام لیوا بھی باقی نہ بچے۔ انسان معاشرے کا حصہ ہے اور یہ اپنی زندگی میں مختلف مراحل سے گزرتا ہے۔ بڑھاپے میں اسے اولاد کے سہارے کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ مگر ضبط تولید پر عمل کرنے سے انسان لاوارثوں والی زندگی گزارتا ہے۔ یہاں تک کہ مر جانے کے بعد اس کا کوئی رونے والا نہیں ہوتا۔ اس کی مثالیں ملاحظہ کیجیے:

شعبہ ضبط ولادت کا یہ مقصد ہے فقط
دل گرفتہ، غمزدہ، آزردہ جاں کوئی نہ ہو
"پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو" (۱۸)

انور مسعود مغربی دنیا کی مثال کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں:

ہے اب بچوں کی قلت پر مغربی دنیا
وہاں بوڑھوں کی کثرت ہوگئی ہے پیر خانوں میں
عمل بہبود آبادی پہ کر کے دیکھ لو تم بھی

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں" (۱۹)

کلرک آفیسر:

انور مسعود نے ہمارے دفتری نظام جو کہ انگریزوں کا عطا کردہ ہے۔ کی خرابیوں کی نشان دہی کی ہے۔ ہمارا دفتری نظام بے شمار خرابیوں اور بگاڑ کا شکار ہے۔ بد دیانتی، بے ایمانی، رشوت ستانی، کام چوری، یہ وہ خرابیاں ہیں جن سے ہمارا دفتری نظام بدنام ہے۔ اور پھر دفتری نظام اتنا سست ہے کہ لوگوں کو معمولی کاموں کے لیے بھی عرصہ دراز تک خوار ہونا پڑتا ہے۔ کلرک حضرات سائلوں کو غیر ضروری باتوں میں الجھا کر مشکلات کا شکار کرتے ہیں۔ انور مسعود نے کلرک کا تعارت کچھ اس لحاظ سے پیش کیا ہے:

اک اسم ہے کہ جس کا مسمّٰی کہیں نہیں
ہر گوشہ ہم نے دیکھ لیا ہے سپیس کا
ڈھونڈا اسے بہت ہے پہ عنقا نہیں ملا
ڈیکنگ کلرک ہو گا پرندوں کے دیس کا(۲۰)

انور مسعود کے نزدیک کلرک اپنے کام کا غصہ عام لوگوں پر اس طرح نکالتا ہے۔ کہ بار بار چکر لگوانا کبھی کاغذات نامکمل ہونے کا بہانا کرنا اور کبھی چائے پانی کے نام پر پیسے بٹورنا ان کی عادت میں شامل ہے۔ یوں یہ مجبور لوگ موسم کی شدت سے تنگ آتے ہوئے سب کچھ ماننے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اس کا نقشہ انور مسعود نے کچھ اس طرح کھینچا ہے:

کلرکوں سے آگے بھی افسر ہیں کتنے
جو بے انتہا صاحب غور بھی ہیں
ابھی چند میزوں سے گزری ہے فائل
"مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں"(۲۱)

انشورنس:

پاکستان میں وہ محکمے جو ساری زندگی سادہ لوگوں کو مختلف شکوک و شبہات میں رکھتے ہیں۔ ان میں ایک بڑا ادارہ جس نے دیکھتے ہی دیکھتے بڑی تیزی سے ترقی کی وہ ہے لائف انشورنس محکمہ۔ بیمہ ایجنٹ لوگوں کو باتوں میں لا کر اپنی چالاکی کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ الٹا اس کے اپنے گلے پڑ جاتی ہے۔ قطعہ کے پہلے تین مصرعوں میں اس کی تیزی و طراری ظاہر کی ہے کہ وہ اپنے دام میں پھانسنے کے لیے کس طرح سبز باغ دکھاتا ہے۔ لیکن چوتھا مصرع بیمہ ایجنٹ کی ساری ہوشیاری اور تیزی پر پانی پھیر دیتا ہے کیوں کہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انشورنس کا سارا فائدہ بعد کی نسلوں کو ہوتا ہے اور انشورنس زدہ شخص کی موت اس کے لیے ضروری ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ رقم حاصل کرنے کے لیے مرنا ضروری ہے۔ رشید احمد صدیقی ظرافت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"طنز و ظرافت کا شمار دنیا کے بعض مہلک ترین اسلحہ جات میں ہوتا ہے اس کے استعمال کا منصب ہر وقت پر سپاہی یا پیادہ کو نہ ہونا چاہیے بلکہ سالار کی خاص اجازت پر اور اس کی براہِ راست نگرانی میں اس کو بروئے کار لانا چاہیے۔"(۲۲)

انور مسعود بیمہ پالیسی سے ملنے والی رقم کو مزاحیہ انداز میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

آپ کرائیں ہم سے بیمہ چھوڑیں سب اندیشوں کو

اس خدمت میں سب سے بڑھ کر روشن نام ہمارا ہے
خاصی دولت مل جائے گی آپ کے بیوی بچوں کو
آپ تسلی سے مر جائیں باقی کام ہمارا ہے(۲۳)

تضمین کا استعمال:

انور مسعود نے اپنے قطعات میں تضمین کا فن بکثرت استعمال کیا ہے جو ان کی فنکاری اور حسن مطالعہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انہوں نے تضمین میں اساتذہ کے کلام سے لے کر معاصرین شعرائے کرام کے کلام سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ انہوں نے جن زبانوں میں شاعری کی انہی میں تضمین کا فن بھی آزمایا ہے۔ اس فن میں وہ بہت کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے دوسرے شعرا کے مصرعوں کا استعمال اس انداز سے کیا ہے کہ وہ بھی ان کی ملکیت بن گئے ہیں۔ فارسی شاعری کے حوالے سے تضمین کے لیے فارسی مصرعوں اور اشعار کا حسب مضمون استعمال ایک خاصے کی چیز بن گیا ہے۔ میر غالب اور اقبال کے اشعار کو تو انہوں نے خاص طور پر مستعار لیا ہے۔ انہوں نے اقبال کے اشعار سے اپنے کلام میں وہی زور پیدا کیا ہے جو اقبال کا خاصہ ہے۔ ان کا یہ فن قطعات میں زیادہ واضح ہو کر سامنے آیا ہے۔ قطعات میں اس فن کاری پر انور مسعود کے استاد محترم چودھری فضل حسین "ماہ منور" کے عنوان سے لکھے گئے ایک مضمون میں انہیں یوں داد دیتے ہیں۔

"قطعات میں انور نے بزرگوں کے زبان زد عام مصرعوں اور ضرب الامثال پر تضمینوں کا جادو جگا کر پر لطف چابک دستی سے ہماری معاشرتی، معاشی اور نظریاتی کج اندیشیوں کے پردے چاک کرنے کے علاوہ اصلاح احوال اور راست فکری کے ایک نئے اسلوب سے بھی روشناس کرایا ہے۔(۲۴)

درج ذیل اشعار پر نظر دوڑایئے جن میں ان کا یہ فن چھلک رہا ہے۔

اک غبارستان برپا کر گئیں ہیں موٹریں
مرد کی موجیں اٹھیں اور ایک طوفاں ہو گئیں
راہ رو جتنے تھے سب آنکھوں سے اوجھل ہو گئے
"خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں "(۲۵)

گداگری:

گداگری کی لعنت ہمارے معاشرے میں سرطان کی طرح پھیلتی جا رہی ہے۔ ان لوگوں نے بھیک مانگنے کے لیے کچھ مخصوص جگہیں مقرر کر رکھی ہوتی ہیں اور ان جگہوں پر گداگروں کے گروہ کام کرتے ہیں۔ زیادہ آمد و رفت والے علاقوں میں بھیک منگوانے کے لیے ٹھیکے مقرر ہوتے ہیں۔ مسجدوں کے باہر، ریلوے اسٹیشنوں، ہوٹلوں کے ارد گرد، ہسپتالوں کے اندر اور تفریحی مقامات پر گداگروں کی یلغار رہتی ہے۔ ان گداگروں میں کچھ لوگ ظاہری طور پر اندھے بنے ہوتے ہیں اور کچھ اپنے جسمانی اعضا کو بے حس ظاہر کر کے یا رعشہ طاری کر کے بھیک مانگتے ہیں۔ تاکہ لوگ ترس کھا کر زیادہ پیسے دیں۔ موجودہ دور میں تو گداگر مختلف شکلوں میں جرائم کا ارتکاب بھی کرتے ہیں۔ اور معاشرے کے اندر بے عزت و رسوا ہوتے ہیں۔ معاشرے میں جینے کے لیے ضروری ہے کہ بندہ خودداری سے زندگی گزارتے ہوئے پاکستان کا اچھا شہری ہونے کا ثبوت دے۔ جس کی تلقین انور مسعود اس طرح دیتے ہیں:

جس سے جان من خودی تیری سلامت رہ سکے
تنگی حالات میں بھی یوں گذر اوقات کر
خارجی بیساکھیوں والا سہارا چھوڑ دے

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوئی بات کر(۲۶)

انور مسعود موجودہ دور میں ہر ذی شعور انسان کو گداگری سے بچنے کے لیے ایک ہمدردانہ مشورہ دیتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں:

یہ روز و شب کا وظیفہ بنا لیا ہم نے
کہ اپنے نیک ارادوں کو یاد کرنا ہے
اسی خیال میں آدھی صدی گزاری ہے
گداگری کا ہمیں انسداد کرنا ہے(۲۷)

مہنگائی:

مہنگائی ایک معاشی مسئلہ ہے جو معاشی ترقی کو متاثر کرتا ہے۔ مہنگائی کی وجہ سے مصنوعات اور خدمات کی قیمتیں عام آدمی کی پہنچ سے دور ہو جاتی ہیں۔ مہنگائی کا اثر عام آدمی پر بہت زیادہ پڑتا ہے اور اس کی زندگی مہنگائی سے بہت زیادہ متاثر ہو جاتی ہے۔ مہنگائی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے جبکہ اس رفتار سے چیزوں کی پیداوار نہیں بڑھی ہے۔ آبادی زیادہ ہونے کی وجہ سے چیزوں کی طلب بھی بڑھ جاتی ہے اور اس وجہ سے چیزوں کی قیمتوں میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ انور مسعود روزانہ کی بنیاد پر بڑھتی مہنگائی پر اس طرح نوحہ کناں ہیں:

معمول کی باتوں پہ مناسب نہیں لگتا
ہوتا ہے اگر خون کی حدّت میں اضافہ
حیرت ہے کہ اس پر بھی بھڑک اٹھتا ہے انورؔ
ہو جائے جو پٹرول کی قیمت میں اضافہ(۲۸)

انور مسعود استقبالِ رمضان پہ ہونے والی مہنگائی جو عید کے گزرنے کے بعد بھی ختم ہونے کا نام نہیں لیتی اس کا اظہار اس قطعے کے ذریعے کرتے ہیں:

آغاز ہوا چاہتا ہے ماہ مبارک
سرکار پہ طاری ہے بہت خوف خدا کا
شاید کہ اسی خوف کا حاصل ہے یہ اقدام
پٹرول کی قیمت میں اضافے کا دھماکا(۲۹)

مہنگائی جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتی عوام الناس اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔ حکومت کبھی یہ بات سوچتی ہی نہیں۔ انور مسعود نے اس مہنگائی کا رونا کچھ اس طرح رویا ہے:

یہ مہنگائی جو بڑھتی جا رہی ہے
ہمیں اس سے کوئی خوف و خطر نہیں
حکومت ہم سے بہتر جانتی ہے
عوام الناس پر اس کا اثر نہیں(۳۰)

ٹرانسپورٹ:

انور مسعود نے ٹرانسپورٹ کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ جس سے ہر بندے کا واسطہ پڑتا ہے۔ انسانی زندگی میں بہت سے حادثات تیز رفتاری کے سبب پیش آتے ہیں۔ مسافروں کو سڑک پار کرتے دیکھ کر ہمارے ڈرائیور حضرات رفتار کم کر کے انھیں گزرنے کا موقع دینے کے برعکس گاڑی کی رفتار مزید بڑھا دیتے ہیں۔ جس سے حادثات جنم لیتے ہیں۔ پبلک ٹرانسپورٹ اس برائی میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اور ان میں سفر کرنے والے لوگ اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر سفر کرتے ہیں۔ ڈرائیوروں کی تعلیم و تربیت کا بندوبست نہ ہونا، ڈرائیونگ لائسنس کا بغیر معیار کے اجراء، اخلاقی رویوں کا فقدان وغیرہ مل کر آئے روز قیمتی جانوں کے ضیاع کا باعث بنتے ہیں۔ خاندانوں کے خاندان ڈرائیوروں کی ذرا سی لاپرواہی سے اجڑ جاتے ہیں۔ ایسے ہی حادثات کا پیش خیمہ بننے والے عام سے واقعہ پر انور مسعود یوں گویا ہوتے ہیں:

اک زخمی شدید دمِ مرگ کہہ گیا
وقت اس کے پاس گرچہ بہت ہی قلیل تھا
بس پر سوار ہو کے میں فارغ ہو اشتاب
"ورنہ سفرِ حیات کا بے حد طویل تھا"(۳۱)

انور مسعود پبلک ٹرانسپورٹ کا ایک اور رخ دکھا کر عوامی مسائل کی نشاندہی مزاحیہ انداز میں کچھ اس طرح کرتے ہیں:

اے راہرو گزرتی ہوئی ویگنوں میں دیکھ
انسان کی باوقاریاں، با اختیاریاں
کیا اس میں جھوٹ ہے کہ اسی ایک روٹ پر
مرغا بنی ہوئی ہیں ہزاروں سواریاں(۳۲)

☆☆☆☆☆

حوالے

۱۔ انور مسعود "غنچہ پھر لگا کھلنے" دوست پبلی کیشنز اسلام آباد، ۲۰۰۸ء ص:۴۸
۲۔ انور مسعود "غنچہ پھر لگا کھلنے" (شکر و تشکر)، ۲۰۰۸ء، ص:۱۳
۳۔ انور مسعود "قطعہ کلامی" دوست پبلی کیشنز اسلام آباد، ۲۰۱۰ء، ص:۲۸
۴۔ انور مسعود "غنچہ پھر لگا کھلنے" ص:۷۶
۵۔ ڈاکٹر خورشید رضوی "حال مست قلندر" چہار سو، راول پنڈی، جلد ۵، شمارہ: مارچ اپریل ۱۹۹۷ء، ص:۳۴
۶۔ انور مسعود "درپیش" دوست پبلی کیشنز اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص:۳۸
۷۔ انور مسعود "غنچہ پھر لگا کھلنے" ص:۴۹
۸۔ انور مسعود "قطعہ کلامی" ص:۵۹
۹۔ ایضاً، ص:۱۴۹
۱۰۔ انور مسعود "روز بروز" دوست پبلی کیشنز اسلام آباد، ۲۰۱۲ء، ص:۶۸
۱۱۔ ایضاً، ص:۳۱

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

۱۲۔ ایضاً، ص:۶۵

۱۳۔انور مسعود "غنچہ پھر لگا کھلنے "ص:۲۹

۱۴۔انور مسعود "روز بروز "ص:۷۸

۱۵۔ایضاً، ص:۸۶

۱۶۔ ایضاً، ص:۸۷

۱۷۔انور مسعود "غنچہ پھر لگا کھلنے "ص:۲۵

۱۸۔ایضاً، ص:۸۸

۱۹۔ انور مسعود "قطعہ کلامی "ص:۷۱

۲۰۔ایضاً، ص:۸۵

۲۱۔ ایضاً، ص:۱۱۴

۲۲۔رشید احمد صدیقی، طنزیات و مضحکات، دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، بارِ دوم، ۱۹۹۲ء، ص:۱۴۱

۲۳۔انور مسعود "قطعہ کلامی "ص:۲۷

۲۴۔ "ماہِ منور "از پروفیسر چوہدری فضل، رسالہ: چہار سو، مدیر اعلیٰ سید ضمیر جعفری، ۱۹۹۴ء، ص:۳۲

۲۵۔انور مسعود "قطعہ کلامی "ص:۶۰

۲۶۔انور مسعود "روز بروز "ص:۶۱

۲۷۔ایضاً، ص:۸۴

۲۸۔ایضاً، ص:۳۵

۲۹۔ایضاً، ص:۴۶

۳۰۔ایضاً، ص:۳۵

۳۱۔انور مسعود "قطعہ کلامی "ص:۲۹

۳۲۔ایضاً، ص:۷۹

❖❖❖